تحقیقی مجلہ تصدیق
جلد۰۱ شمارہ۰۵، ۲۰۲۳

Article

IMPACT OF GOLCONDA CIVILIZATION ON URDU LITERATURE

اردو ادب پر گولکنڈہ تہذیب کے اثرات

Tayyaba Wlayat Khan*[1], Dr. Rukhsana Bibi[2]

[1] Scholar Ph.D. Urdu, Government College Women University, Faisalabad

[2] Assistant Professor, Dept. of Urdu, Government College Women University, Faisalabad

*Correspondence: rukhasanabaloch@gcwuf.edu.pk

[1] طیبہ ولایت خان، ڈاکٹر رخسانہ بی بی[2]

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد[1]، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد

ABSTRACT: The beginning of Urdu literature is ancient. Golconda, Deccan, Bijapur and various other states were ruled by Muslims. This process lasted for one and a half hundred years. Personalities like Sofia Syed Mazhar Wali Khawaja Banda Nawaz Gesu Daraz passed in this era. His teachings gave birth to philanthropy, which reduced prejudices among people belonging to different religions and gave the people all kinds of religious, political and cultural freedom.

KEYWORDS: Urdu Literature, Ancient, Golconda, Deccan, Bijapur, Khawaja Banda Nawaz Gesu Daraz, Philanthropy.

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
DOI:
Received:06-07-2023
Accepted:
Online:

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

اس کی تہذیب دکن کی مسلمان ریاستوں سے بہت ملتی جلتی ہے۔ اس لیے کہ چودھویں صدی کے شروع سے اس تمام علاقے میں مسلمانوں کا عمل دخل شروع ہو گیا تھا اور سلطان محمد تغلق کی وفات کے بعد جب بہمنی سلطنت کی بنا پڑی تو اسلامی روایات کی تجدید ہی نہیں ہوئی بلکہ ان کا استحکام بھی ہوا۔ یہ عمل کوئی ڈیڑھ سو سال تک جاری رہا۔ چنانچہ گولکنڈہ ریاستیں یعنی احمد نگر بیجاپور وغیرہ قائم ہوئیں۔ تو اسلامی شعار زندگی کو شمالی دکن میں رائج ہوئے دکن کی قیام ریاستوں کا کلچر محض مقامی نہیں تھا۔ اس تہذیب کی تربیت میں اسلام کی بنیادی روح برابر کا فرما ملتی ہے۔ یہاں کے صوفیا میں طبل عالم سید مظہر ولی خواجہ بندہ نواز گیو دراز جیسی بلند پایہ شخصیتیں گزریں ہیں۔ صوفیہ کی تعلیمات کا اثر یہ ہوا کہ انسان دوستی دکن کے ثقافتی مزاج کا اہم حصہ بن گئی اور مختلف عقیدے رکھنے والے لوگوں کے درمیان تعصب کم ہو گیا۔ اس میں شاید سیاسی حکمت عملی کا بھی کچھ دخل ہو کیوں کہ دکن میں مسلمانوں کی تعداد آٹے میں نمک سے زیادہ نہ تھی۔ بہر حال سلاطین گولکنڈہ نے نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے ساتھ بلکہ ہندوؤں کے ساتھ بھی مساوی سلوک کیا۔ انھیں ہر قسم کی سیاسی و ثقافتی اور مذہبی آزادی دی۔

گولکنڈہ کے معاشرتی اور سیاسی حالات دیکھیں تو اس ماحول کا اندازہ ہو جائے گا جس میں گولکنڈہ ادبیات پروان چڑھی انگریز سیاح سیاحت نامے ولیم میتھ وولڈ تھا یہ دو سال تک مقیم رہا۔ قطب شاہ، عادل شاہ اور نظام شاہ احمد تینوں سلاطین کی مغلوں کے ساتھ دشمنی تھی مگر یہ سلاطین ہر سال مغل بادشاہوں کو قیمتی تحائف بھیج کر انھیں خوش کرتے تھے۔ سلاطین امراء کو جاگیریں عطا کرتے اور امراء ان جاگیروں کو ایک خاص شرح معاوضہ پر دوسرے لوگوں کو ٹھیکے پر دے دیتے ہیں اور وہ نچلے طبقے کی مدد سے ان زمینوں کو کاشت کرتے ہیں۔ چنانچہ امراء دربار میں حاضر رہتے اور مضارعین کی حالت کا اکثر خیال میں رکھتے۔ بلکہ بعض دفعہ ان کو کوئی بچت نہ ہوتی وہ بہت سختیاں برداشت کرتے۔

گولکنڈہ کے لوگ خوش خلق اور خوش کردار ہیں یہاں چوری ڈاکہ و قتل وغیرہ جیسے غیر سماجی کام بہت کم ہوتے اور ایک بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری شادی ممنوع ہوتی۔

دکن کے مسلمانوں ریاستوں کے تمدن اور معاشرت میں زیادہ فرق نہیں تھا۔ ثقافت کی تشکیل ایرانی و فعل اور مقامی ہندی اور ریات کے زیر اثر ہوئی۔ لیکن مسلمانوں اور ہندوؤں کی ثقافت اپنی اپنی جگہ قائم رہی۔ لباس وطعام سے لے کر خورد و نوش تک کے آداب جداگانہ تھے رقص و سرود ثقافتی زندگی کا ایک اہم جزو تھی۔ شاہی دربار میں سلطان کی تفریح کے لیے مشتاق رقاصائیں رہتیں۔ ان محفلوں میں شراب ایک ضروری شے کے طور پر یہ شامل ہوتی۔ قلی قطب شاہ کے زمانے میں عیش و نشاط کی ان محفلوں کو بہت عروج ملا۔ اس دور کی محفلوں کے مقبول سازوں میں دائرہ، طنبور، دف، عود قابل ذکر ہیں۔ شاہی درباروں میں قصہ خواں موجود رہتے تھے۔ عوامی زندگی کی تقریبات میں قصہ خوانی کا ایک اہم مشغلہ تھا۔ سب رس میں ان کی

زندگی کی بعض جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ عورتوں کے بناؤ سنگھار میں کاجل اور مہندی کا عام رواج تھا عوام کی زندگی سادہ تھی۔ جس میں اس تہذیب کے عکس نظر آتے۔ اسی طرح قطب شاہی کے دور میں ادب کو بڑی اہمیت حاصل رہی۔

قطب شاہیوں کو ان کی علم پروری، ادب نوازی اور اردو زبان کی سرپرستی کے باعث بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ان بادشاہوں کی وسیع النظری عوام دوستی، شعر و سخن سے دلچسپی نے اردو زبان و ادب کی ترقی میں بڑا حصہ لیا۔ اور بہت سے اہل علم گولکنڈہ آئے اگرچہ دکن میں اردو زبان کا آغاز بہمنی سلطنت کے عہد سے ہو چکا تھا۔ ادبی حیثیت سے اس زبان کو قطب شاہی دور میں ترقی ہوئی۔

"یہ اردو زبان کی تاریخ کا ایک درخشاں باب رہا۔ شاہی سرپرستی کے باعث بڑے بڑے عالموں نے اردو کو اپنے خیالات کو ذریعہ بنایا اور اس طرح زبان میں بیش بہا اضافہ ہوا۔ ابراہیم قلی قطب شاہ کی علم دوستی کے بارے میں حدیقۃ العالم میں لکھا۔ ابراہیم علم وادب میں گہری دلچسپی رکھتا تھا وہ سفر میں ہوتا تو ارباب کمال ہر وقت اس کے دربار میں موجود رہتے اور ان مجالس میں علمی مباحث میں ہوتے اور علم دوستی صرف درباروں تک محدود نہ تھی بلکہ بہر عام وخاص کے لیے یہ علمی ذوق کی رسائی تھی جس سے ادب کی نمو ہو رہی تھی۔"(۱)

ہر تہذیب جو کسی دوسری تہذیب پر غلبہ حاصل کر لیتی ہے عموماً ایک نئے تعمیری دور کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ مفتوحین آہستہ آہستہ فاتحین کے نقش قدم پر چل کر ان کی تہذیب قبول کرتے ہیں۔

اس عمل اور رد عمل سے بتدریج ایک مخلوط تہذیب جنم لیتی ہے ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ اور پھر اس کے بعد برصغیر میں مغربی تہذیب کا آغاز ہو جاتا ہے۔ ولی کے دور کی نمایاں خصوصیت گجرات اور دکن میں شمالی ہند کی تہذیب کا رواج ہے یوں تو اس کا آغاز مسلمانوں کی اولین فتوحات کے زمانے سے شروع ہو گیا تھا۔ لیکن ولی کے دور میں شمالی ہند کے مستقل غلبے کی وجہ سے یہ اثر اپنے نقطہ عروج پر پہنچ گیا۔

سیاسی حالات کا یہ دور علاء الدین خلجی کی فتوحات سے شروع ہوتا ہے۔ اس نے دولت آباد پر فوج کشی کر کے اسے فتح کر لیا تین سال بعد اس کا گجرات پر تسلط ہوا اور باقاعدہ طور پر اس کی جانشینوں کی طرف سے یہاں صوبے دار مقرر ہوئے یہاں تک کہ تیمور کے حملے کی وجہ سے مرکزی حکومت میں ضعف آ گیا۔ اور وہاں صوبے دار کے بیٹے تاتار خاں نے وہاں اپنی حکومت قائم کر لی یہ سلطنت اکبر کے عہد تک جاری رہی جس نے گجرات کا صوبہ اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔

جنوب میں تہذیبی اثرات کا آغاز ان صوفیا اور مبلغین اسلام کا مرہون منت تھا جو گجرات اور دکن میں جا پہنچے اور وہاں مدتوں اپنا تبلیغی کام کرتے رہے ان کی خاص بات یہ تھی کہ وہ عوام کی زبان کو ہی ذریعہ اظہار بناتے تھے اس کی وجہ سے ان کو

سمجھانے میں آسانی ہوتی۔ جس کی وجہ سے مذہبی اصطلاحات ان ممالک میں جاری ہو گئیں۔

ڈاکٹر عبدالحق لکھتے ہیں:

"اِس زبان کا اثر صرف علماء اور لشکر تک محدود نہ تھا بلکہ خلجیوں اور تغلقوں کے زمانہ حکومت میں لشکر کے علاوہ ہر پیشہ کے لوگ دہلی اور گجرات پہنچے اور ان کی زبان گجرات میں رائج ہو گئی۔" (۲)

اس ضمن میں احمد میاں اختر جوتا گڑھی یوں رقم طراز ہیں:

"ان فتوحات کی وجہ سے خلجیوں اور تغلقوں کے زمانہ میں یہاں اردو کی ابتدائی شکل نے ترقی شروع کر دی تھی اور آٹھویں صدی تک ایک ایسی زبان وجود میں آچکی تھی جسے پسندی / گوجر کہا جاتا تھا شاہان گجرات کے زمانہ میں یہاں اردو نے خاص ترقی کر لی تھی اورنگ زیب کے عہد میں یہ اپنی ارتقائی منزلیں طے کر کے ہئیت صاف ستھری ہو چکی تھی۔ اہل دکن کی آمد و رفت گجرات میں رہی۔ عہد اکبری میں کئی اہل علم گجرات سے دکن میں گئے ان سب سے گجرات کی اردو نے دکن کی زبان پر گہرا اور پائیدار اثر ڈالا۔"(۳)

اسی طرح دکن پر دہلی کے لسانی و ثقافتی اثرات کا گہرا اثر ہوا تھا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر چاند مرحوم لکھتے ہیں:

"۱۷۱۹ء تک کا زمانہ تاریخ ادبیات اردو میں ایک خاص اور نمایاں حیثیت رکھتا ہے اس وقت نہ صرف دکن کی تہذیب و تمدن اور شعر و سخن میں انقلاب پیدا ہوا بلکہ تریدا کے تمام جنوبی علاقے اور گجرات میں مغلوں کی فتوحات نے شمالی ہند کی تہذیب و معاشرت کو پھیلا دیا۔ چنانچہ ان علاقوں کے بڑے بڑے شہروں کی تاریخ کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شمالی ہند کی بستیاں ہیں اور دہلی کے تمدن و معاشرت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کی قدیم ہئیت بدل گئی برہان پور، اورنگ آباد ، حیدر آباد سورت وغیرہ ان کے نمایاں اثرات اب تک پائے جاتے ہیں۔"(۴)

غرضیکہ مغلوں کی فتوحات کے سیلاب کے ساتھ ساتھ شمالی ہندی کی زبان پر گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ اور اس نے مقامی بولیوں کی جگہ لے لی۔

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk

شیخ حسن نام اور شوقی تخلص تھا۔ وہ دکن کے درباروں قطب شاہی، عادل شاہی اور نظام شاہی سلطنتوں سے وابستہ رہا۔ چونکہ ان کا زیادہ وقت بیجاپور میں گزرا اس لیے ان کا شمار عادل شاہی شعرا میں ہوتا ہے۔ وہ محمد عادل شاہ کے عہد کا مشہور شاعر تھا۔ انھوں نے ''فتح نامہ'' اور ''نظام شاہ مثنوی'' لکھی۔

اس دور میں شاعری کا ایک خاص معیار قائم ہوا اور ان کے کلام میں ہدایت خلوص اور جذبہ کی دلاویز آمیزش ملتی ہے۔ اس نے اپنے ماضی کی عکاسی بھی کی اور زندگی ہر شعبہ میں دلچسپی کا اظہار کر کے اسے موضوع سخن بتایا۔ اس سے اردو شاعری میں وسعت پیدا ہوئی اور اس کے تابعین کو زندگی ادب کے ساتھ مربوط کرنے کا سلیقہ حاصل ہوا۔

دکن میں اردو ادب بلوغت کی حد تک پہنچ گیا۔ سلطان محمد قلی قطب شاہ کی مجلس میں ہر روز شعرا اور علماء آتے اور علمی گفتگو ہوتی اور بادشاہ بھی اس گفتگو کا حصہ ہوتا۔ قطب شاہی سلطنت کے دور میں بلند پایہ عالم اور ادیب وشاعر موجود ہوتے تھے۔ سلطان عبداللہ قطب شاہ کے شاہی دور میں فارسی فرہنگ نویس موجود تھے۔

اس عہد میں جو علماء موجود تھے ان میں ''ملا عبدالحکیم'' اور ''علامہ ابن قانون'' قابل ذکر ہیں۔ عبدالحکیم نے سلاطین قطب شاہی کی ''تاریخ عالم آرائے عباسی'' فارسی زبان میں تاریخ لکھی۔ علامہ ابن قانون کو دربار میں منصب پیشوائی کا اعزاز ملا۔

قطب شاہی دربار میں اردو شعر و سخن کی قدر میں اضافہ ہوا اور وجہی اور غواصی جیسے شاعر دربار میں آتے اور اپنے فن کمال سے دوسروں کو فیض یاب کرتے۔ وجہی نے عبداللہ قطب شاہ کی فرمائش پہ سب رس لکھی جو اردو نثر کی پہلی ادبی کتاب ہے۔ وجہی اور غواصی کو ملک شعرا کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ اس علمی وادبی فضا وشاہی سرپرستی عربی وعجمی، ترکی اور مقامی تہذیبوں کے امتزاج سے بننے والی جو ادب پسند ہوائیں چلیں انھوں نے آگے چل کر اردو ادب کی ترقی میں راہیں ہموار کیں۔

اس دور کا اہم شاعر تھا۔ ملا وجہی اور ابن نشاطی نے اسے اپنا معنوی استاد مانا ہے۔ ابن نشاطی نے پھول بن، میں اس کا ذکر کیا ہے۔

اچھے تو دیکھتا ملا خیالی
یو میں بد یتا ہوں صاحب کمالی(۵)

وجہی کو قلی قطب شاہ کے دربار کا ملک الشعراء مانا جاتا تھا۔ اس نے ابراہیم قطب شاہ سے لے کر عبداللہ قطب شاہ تک کا زمانہ دیکھا۔ اس نے طویل عمر پائی۔ ان کا فارسی دیوان بھی ہے۔ وجہی نے دیوان کے بعض اشعار میں اپنے آبائی وطن کے بارے میں بتایا کہ میں ہندوستان میں پیدا ہوا لیکن میر امزاج خراسان کے لوگوں جیسا ہے۔ ان کی ادبی زندگی کو تین ادوار میں تقسیم کیا۔ (i) محمد قلی قطب شاہ کا عہد، (ii) سلطان محمد قطب شاہ کا عہد حکومت، (iii) عبداللہ قطب شاہ

پہلے دور میں بطور شاعر اعلیٰ عزت پائی۔ دوسرے دور میں کوئی خاص عزت واحترام نہ پایا۔ معاشی بدحالی کے اس مشکل وقت میں دکن کو چھوڑ دیا۔ بعد میں عبداللہ قطب شاہ کے دور حکومت میں دوبارہ قدر پائی اور سب رس جیسی اعلیٰ ادبی کتاب لکھی۔ شاہی سرپرستی کی وجہ سے ان کے مزاج میں تکبر پیدا ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے ہم عصر شعراء کو طعن و ملامت کرتے ان کی شہرت کا سبب سب اس کے جو اپنے اسلوب کے اعتبار سے دکن کے اہم اردو کتاب ہے۔ اس کا قصہ محمد یحییٰ ابن سیبک فتاحی نیشاپوری کے فارسی قصے ''حسن ودل'' سے ماخوذ ہے۔ وجہی نے سب رس عبداللہ قطب کی فرمائش پر لکھی۔ اس قصے میں جو ماحول نظر آتا ہے۔ اس میں ایک طرف تو برصغیر کے صوفیا کی روایات کا پرتو ہے ان کی زندگی کے تصورات مسلک ملتا ہے اور دوسری طرف برصغیر کی تہذیبی بساط کا نقشہ ملتا ہے۔ انھوں نے عورتوں کے بناؤ سنگھار اور شادیوں پر دھوم دھام سے لے کر گال پر تل تک بتانے کے رواج کو بھی بیان کیا ہے۔ ان کی زبان مقفیٰ اور مسجع ہے لیکن اسلوب میں بناوٹ کا شعوری احساس کم ہے۔ ان کی زبان کا ڈھانچہ مقامی زبانوں اور عربی وفارسی کی لغت پر مشتمل ہے۔ اس نے بے تکلفی سے فارسی اور دوسری زبانوں کی تراکیب اور محاورے لکھے ہیں۔ سب رس کی زبان کے پیچھے صدیوں سے مرتب ہونے والی روایت نظر آتی ہے۔ یہ کتاب اجتماعی انفرادی اور لسانی تجربے کی کامیاب تشکیل ہے۔ سب رس سے ادبی نثر کی روایت کا آغاز ہوتا ہے۔

ان کی دوسری کتاب 'تاج الحقائق' ہے اس میں مرشد کی طرف مریدوں کی ہدایت کے لیے فقر وغنا اور وحدت الوجود کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ شاید وہ آخری عمر میں پیر طریقت بن گئے ہوں اور اسلوب میں زیادہ سلاست اور سادگی پیدا کر لی ہو۔ یہ کتاب ان کے دور کی یادگار ہے۔

ان کی ایک اور اہم کتاب ''قطب مشتری'' ہے اس کا قصہ نیا نہیں۔ ایک بادشاہ اولاد سے محروم تھا اس کے گھر بیٹا ہوا خوب اہتمام سے اس کی تعلیم وتربیت کی گئی وہ بڑا ہوا تو اس کی خواب میں نازنین آئی۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس قصے میں علامتی سطح ہے۔ جس میں شہزادہ جسم کی علامت اور روح سے محروم ہے لہٰذا وہ روح کی تلاش سرگرداں ہے۔ اور شہزادی روح کی علامت رہے اور جسم کی متلاشی ہے۔ وہ دونوں مسلسل اضطراب کا شکار ہیں لیکن جب روح سے اس کا ملاپ ہو جاتا ہے تو دونوں کی تکمیل ہو جاتی ہے یہ علامت ایک ایسی قدر مشترک ہے جو بہت اسلامی ادبیات میں پائی جاتی ہے۔

محمد قلی قطب شاہ ملا وجہی کا ہم عصر تھا۔ یہ وجہی سے شاعری میں کم تھا۔ وجہی اور غواصی میں بڑی چشمک تھی۔ چنانچہ اس نے اپنی مثنوی ''قطب مشتری'' کے دیباچے میں غواصی پر چوٹیں کی ہیں۔ اس زمانے میں اس نے کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی لیکن اس نے ایک کلیات مرتب کیا۔ لیکن محمد قطب شاہ کے عہد میں وہ ایک اچھا شاعر ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک مثنوی سیف الملوک بدیع الجمال لکھی۔ اس طرح وہ دھیرے دھیرے بحیثیت شاعر بام عروج تک پہنچ گئے شان وشوکت اور عزت وثروت کے اعتبار سے بلند مقام تک پہنچ گئے۔

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk

حوالہ جات

۱. وحید قریشی، ڈاکٹر، تاریخ ادبیات مسلمانان پاک وہند، ابتداء سے ۱۷۰۷ء، جلد ۶، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ص ۴۰۸

۲. ایضاً، ص ۵۲۶

۳. ایضاً، ص ۵۲۷

۴. ایضاً، ص ۵۲۸

۵. ایضاً، ص ۶۱۱

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk